ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر

مجاہد الحسینی

۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ ۲۶ / مارچ ۱۹۷۱ء

ہدیہ ۳۵ پیسے

دین میں اخلاق کا درجہ

مرتبہ: قاری فیوض الرحمن ایم ، اے ۔ صدر شعبہ اسلامیات ، گورنمنٹ کالج ، ایبٹ آباد ،

انسانی زندگی میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے ، اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اُس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون کے ساتھ گزرے گی اور دوسروں کے لیے بھی اُس کا وجود باعث رحمت ہوگا اور اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق بُرے ہوں ، تو خود بھی وہ زندگی کے لُطف سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا تعلق ہوگا اُن کی زندگیاں بھی بے مزہ ہوں گی ۔ یہ تو خوش اخلاقی اور بداخلاقی کے نقد دنیوی نتیجے ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں ان دونوں کے نتیجے ان سے بدرجہا زیادہ اہم نکلنے والے ہیں ۔ آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ ارحم الراحمین کی رضا اور جنت ہے اور بداخلاقی کا انجام خداوندِ قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے ــــــ اس مختصر سی تمہید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ارشادات پڑھیے :۔

خوش اخلاقی کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں "

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا ۔ (رواہ ابوداؤد والدارمی)

حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔" ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں "

تشریح مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہو گا، اُس کے اخلاق بھی لازماً بہت اچھے ہوں گے اور جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں گے اس کا ایمان بھی بہت کامل ہوگا ــــ واضح رہے کہ ایمان کے بغیر اخلاق بلکہ کسی عمل حتیٰ کہ عبادات کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ ہر عمل اور نیکی کے لیے ایمان بمنزلہ روح اور جان کے ہے ۔ اس لیے اگر کسی شخصیت میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان کے بغیر اخلاق نظر آئے تو وہ حقیقی اخلاق نہیں ہے بلکہ اخلاق کی صورت ہے ۔ بے جان صورت کوئی حقیقت نہیں رکھتی ۔ اس لیے ایسے اخلاق کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے ۔

اچھے اخلاق میزان میں بہت وزنی ہونگے

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خُلُقٌ حَسَنٌ ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے ۔ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا " قیامت کے دن مومن کی میزانِ عمل میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے ۔

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَیْنَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ ؟ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ ۔ (رواہ البیہقی)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا " اچھے اخلاق "

تشریح امام بغویؒ نے " شرح السنہ " میں اس حدیث کو اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے ۔

یہ بات تو سبھی مسلمان جانتے ہیں کہ دین کے شعبوں میں سب سے بڑا درجہ ایمان اور توحید کا ہے اور اس کے بعد ارکان (نماز ، روزہ حج اور زکوٰۃ) کا مقام ہے ۔ پھر ان کے بعد دینی زندگی کے جو اجزاء رہتے ہیں ان میں بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے اور بلاشبہ اخلاق کا مقام بہت بلند ہے اور انسانوں کی سعادت اور فلاح میں اور اللہ تعالےٰ کے یہاں ان کی مقبولیت و محبوبیت میں اخلاق کو یقیناً خاص الخاص دخل ہے

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّھَارِ ۔ (رواہ ابوداؤد)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے ۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ، آپؐ ارشاد فرماتے تھے کہ " صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے اُن لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں ۔

(باقی صہ ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶

شمارہ ۴۲

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

سرپرست
حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر
مجاہد الحسینی

خوفناک سیاسی بحران
اور
صدر مملکت اور مفتی محمود کی مساعیٔ جمیلہ

وطن عزیز پاکستان آج کل جس خوفناک سیاسی بحران سے دوچار ہے اور ملکی سالمیت و استحکام کو جن سنگین خطرات کا اس وقت سامنا ہے پچھلے تئیس سالہ دورِ سیاست کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حالات جو صورت اختیار کر گئے ہیں اس کے نتیجہ میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان رشتۂ اخوت کے انقطاع کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے اور مملکت خداداد کے شیرازۂ ملّی کے منتشر ہونے کے بھیانک آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن مایوسی اور اضطراب کے اس گھٹا ٹوپ اندھیارے میں روشنی کی ایک کرن صدر مملکت آغا محمد یحییٰ اور جمعیۃ علمار اسلام کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود کی وہ مساعی مشکورہ ہیں جو انہوں نے حالیہ چند روز میں اس ملک کی وحدت و سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے سرانجام دیں۔ غیر ملکی طاقتوں اور سامراجی قوتوں کے چند مہرے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے جس ناپاک کھیل میں مشغول ہیں صدر مملکت اور مفتی صاحب نے نہ صرف ان کی نشاندہی کی بلکہ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کھیل کی بساط اُلٹنے کی بھی بھرپور کوشش کی تاکہ ملک و ملت کے دشمنوں کے عزائم ناکام ہو جائیں اور یہ بات وجہ طمانیت ہے کہ صدر مملکت اور مفتی صاحب اپنی کوششوں میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اس مرحلہ میں خصوصیت کے ساتھ مفتی محمود صاحب پوری ملت کی طرف سے مستحق تبریک ہیں کہ انہوں نے ایک ایسے پُرآشوب دور میں ملک کے مشرقی اور مغربی حصوں کے درمیان اتصال و یگانگت کے علائق کو مضبوط بنانے کی جد و جہد کا آغاز کیا جبکہ اندرون و بیرون ملک کی اسلام دشمن طاقتیں یہ تہیہ کر چکی تھیں کہ کرۂ ارضی پر تیرہ کروڑ مسلمانوں کے وطن مقدس کو جو بیش بہا قربانیوں کے ذریعے وجود میں آیا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نیست و نابود کر دیں لیکن یہ مفتی صاحب کی ذات گرامی تھی جنہوں نے استعماری مقاصد کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ مغربی پاکستان کے دو صوبوں میں اکثریت حاصل کرنے والی ایک جماعت کے سربراہ نے اپنی مزعومہ طاقت کے بل پر جو ناٹک رچایا تھا اور جو ڈرامہ اسٹیج کرنا چاہا تھا مفتی صاحب نے اس کا ڈراپ سین ہونے سے قبل ہی اس ڈرامہ کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیا اور جس طرح انہوں نے اس جماعت کے سربراہ کو انتخاب کے میدان میں شکست فاش دی تھی اسی طرح بساطِ سیاست پر بھی اس کے مُہروں کو پیٹھنی دی ہے۔

مفتی محمود صاحب نے اس سلسلہ میں جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں مستقبل کا مؤرخ انہیں کبھی نظرانداز نہیں کر سکے گا۔ مفتی صاحب موصوف نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے جو اجلاس طلب کیا اس میں شرکت کی دعوت انہوں نے ان جماعتوں کو بھی دی جن سے ان کے فکری و نظری اختلاف کا سب کو علم ہے۔ جماعت اسلامی ہو یا جمعیۃ علماء پاکستان، کونسل لیگ ہو یا آزاد نمائندے انہوں نے سب ہی کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیا اور اس طرح مغربی پاکستان کی ساری پارٹیوں نے مفتی صاحب کے مؤقف کی نہ صرف تائید کی بلکہ ان کی گرانقدر رہنمائی میں صدر پاکستان سے

متفقہ مطالبہ بھی کیا کہ شیخ مجیب الرحمان کے صرف جائز اور مبنی برانصاف مطالبات کو تسلیم کر لیا جائے۔

صوبہ سرحد کی اکثریتی پارٹی نیشنل عوامی پارٹی کے مقتدر رہنما خان عبدالولی خان نے بھی مفتی صاحب کے اس مؤقف کو سراہا اور وہ ڈھاکہ میں اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ایک متفقہ فارمولا طے پا جاتے تاکہ ملک سیاسی بحران کی گرفت سے نکل آئے۔ پاکستان کے عوام اور ملتِ اسلامیہ کا ہر فرد جمعیۃ علماء اسلام کے اس عظیم رہنما کی حب الوطنی اور سیاسی بصیرت کا تہ دل سے معترف ہے اور مفتی صاحب موصوف کے لیے شکر و سپاس گزاری کے جذبات رکھتا ہے۔

یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تشدد سے کبھی بھی مسائل حل نہیں ہؤا کرتے اور نہ سنگینوں سے کبھی کسی قوم کو دبایا جا سکا ہے دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ فوج خواہ کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہو، عوام کی قوت کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے مصالحت کی راہ ہی امن و سلامتی اور معقولیت و شرافت کی راہ ہے۔ اسی پر چل کر ملک کو متحد رکھا جا سکتا ہے اور اسی کے ذریعے مسائل کا حل ممکن ہے اور صدر مملکت جنرل آغا محمد یحییٰ نے اب تک یہی معقول اور امن و سلامتی کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور مفاہمت کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خون ریزی، دہشت انگیزی قتل و غارت گری اور تشدد سے وقتی طور پر سنبھالا تو لیا جا سکتا ہے، مگر پائیدار حکومت اس کے ذریعے قائم نہیں کی جا سکتی نہ عوام کی آواز کو مسلسل دبایا جا سکتا ہے۔

آخر میں ہم پھر ایک بار تمام سیاسی لیڈروں سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ صورتِ حال کو سلجھانے کے لیے وہی طرزِ عمل اختیار کریں جس کا مظاہرہ حضرت مفتی محمود مدظلہ نے کیا ہے۔ ہم مفتی صاحب کو بھی یقین دلاتے ہیں کہ وہ حالات کو صحیح نہج پر استوار کرنے کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھائیں گے ملک کے دردمند بہی خواہ اور حساس مسلمانوں کا غیر مشروط تعاون انہیں حاصل ہو گا۔

ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت اس مملکت خداداد کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اس کو دشمنوں کی دسیسہ کاریوں اور چیرہ دستیوں سے بچائے اور اس کی موجودہ اور آئندہ قیادت کو خیر و فلاح کی توفیق ارزانی فرمائے ؎

جو عدو باغ ہو برباد ہو
چاہے وہ گل چیں ہو یا صیاد ہو

مثالی کردار کی ضرورت

برطانوی استعمار نے سب سے پہلے ہماری مساجد کو بے کشش اور ہمارے علماء کرام کو بے حیثیت بنانے کی کوشش کی اور اس میں انگریزوں کو ایک حد تک اس لیے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے تعلیم کو دینی اور لادینی دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور علماء کو مجلسی اور معاشرتی اعتبار سے بے وقار بنانے کے لیے علماء اور ائمۂ مساجد کو جولاہے، موچیوں کے ساتھ "کمیوں" کی فہرست میں شامل کیا۔

دوسری جانب نظام تعلیم ایسا بنایا کہ نئی پود اسلام کی صحیح تعلیمات سے بے بہرہ اور علماء اسلام سے متنفر ہوتی جائے۔

"میں آج اپنی طرف سے اور اپنے دوسرے ہم عمر ساتھیوں کی جانب سے طلبہ کے سامنے اس کوتاہی کے اعتراف کے لیے حاضر ہؤا ہوں کہ ہم نے نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے کوئی قابل فخر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے اور اگر ہم نے یہ خدمات انجام دی ہوتیں تو نتائج و ثمرات مختلف ہوتے"۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو محکمہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ راجہ حامد مختار نے گورنمنٹ کالج لائل پور کی مجلس علوم اسلامیہ کی تقریب حلف میں خطاب کے دوران فرمائے۔

برطانوی استعمار نے علماء کرام کو ذلیل و رسوا کرنے اور معاشرے میں ان کا وقار گرانے کی تحریک اس لیے جاری کر رکھی تھی تاکہ فرنگی نظام تعلیم فروغ پائے اور اسلامی نظام تعلیم رفتہ رفتہ اپنی موت مر جائے۔

قیام پاکستان کے بعد بھی ہمارے حکمران طبقہ نے اسلامی نظام تعلیم رائج کرنے اور علماء کا وقار بلند کرنے کی بجائے انگریزی دور حکومت کی یادوں کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے مزید فروغ دینے کی کوشش کی اور علماء کے خلاف اہانت آمیز مہم کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاق و کردار کا ایک ایک پہلو نصاب تعلیم سے خارج کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہماری نئی نسل دینِ اسلام سے بے بہرہ ہے اور اخلاق و کردار ہمارے معاشرہ کی لغت سے غائب ہو گئے ہیں۔ ایسے ناگفتنی ماحول میں اسلام کی تعلیم و تبلیغ کی شمع روشن کرنا مبارک خیال ہے۔

محکمہ اوقاف کو اس سلسلہ میں مثالی خدمت انجام دینی چاہیے تاکہ محکمہ تعلیم اور دوسرے ادارے اس کی پیروی کر سکیں۔

---

۲۵ مارچ

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری بعد از نماز مغرب مسجد اندرون شیرانوالہ میں مجلس ذکر کرائیں گے ——— اور ۲۶ مارچ بروز جمعہ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمائیں گے۔ تقریر ٹھیک ایک بجے شروع ہو جائے گی۔

خطبہ جمعہ

حزبُ اللہ اور حزبُ الشیطٰن

اللہ والوں کی جماعت اور شیطانی پارٹی میں فرق

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدّ فیوضہم کے سفرِ عمرہ و زیارت کے سلسلے میں حجاز مقدس تشریف لے جانے کے باعث آپ کی عدم موجودگی میں جامع شیرانوالہ لاہور میں ۳ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۷۱ء کا خطبہ جمعہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب باغبانپورہ لاہور نے ارشاد فرمایا:
(محمد عثمان غنی)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ... ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۵۴ تا ۱۵۷)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

حاشیہ شیخ التفسیرؒ

منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے بعض آدمی راستہ ہی میں فنا ہو جائیں تو اُن کو مردہ نہ سمجھو اور یہ خیال نہ کرو کہ الٰہی نعمتوں سے محروم ہیں بلکہ ان کو حیاتِ اُخروی مل چکی ہے اور وہ رحمتِ الٰہی سے مستفید ہو رہے ہیں لیکن تم نہیں معلوم کر سکتے۔ قربِ الٰہی کے لیے جس وقت قدم اٹھاؤ گے اور نصرت و اعانت کے لئے دروازۂ الٰہی پر ہاتھ پھیلاؤ گے تو پہلے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جاؤ گے۔ ان امتحانوں کی تفصیل ان آیات میں موجود ہے۔ جو لوگ امتحان میں کامیاب نکلیں گے۔ انہیں بشارت دی گئی ہے یعنی وہ ضرور منزلِ مقصود پر پہنچا دیے جائیں گے۔ جو لوگ مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے لیے ہیں، اُس کی طرف سے جو کچھ ہم پر نازل ہوا، ہم اُس پر راضی ہیں اور ہمیں اُس کے ہاں جا کر ہر تکلیف کا اجر ملنے والا ہے۔ اِسی قسم کے سچے اور برگزیدہ لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔

رُوحانی باپ کی مسند

محترم حضرات! یہ میرے روحانی باپ کی مسند ہے اللہ کرے کہ یہ آباد رہے اور اس کو اللہ تعالےٰ دن دُوگنی رات چوگنی رونق عطا فرمائے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ یہاں کھڑے ہونے کی مجھے ہمت نہیں پڑ رہی۔ من آنم کہ من دانم۔

مقامِ شکر

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے مجھے اور آپ کو ایسے حضرات کے ساتھ وابستہ کر دیا جنہوں نے اللہ کا نام سمجھ کر پڑھا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی لیے تو میں اور آپ یہاں اللہ کے گھر میں بیٹھے ہیں ورنہ ہم شاید کہیں اور ہوتے۔ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ہمیں ایسے ایسے اکابر کی صحبتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں جن کی نظرِ عنایت نے اس قابل بنا دیا کہ سمجھ کر ہم دل سے پڑھتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ باقی انجام کی خبر اللہ کو ہے کہ کیا ہونے والا ہے —— اب تک الحمد للہ ثم الحمد للہ دروازۂ الٰہی پر حاضری کی سعادت حاصل ہے۔ خود کوئی نہیں آ سکتا۔ یہ اُس مالک کی مہربانی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یوں نہ کہا کرو کہ فلاں لوگ مسجد میں آتے نہیں بلکہ یوں کہا کرو کہ اللہ اُن کو اپنے دروازے پر آنے کی توفیق نہیں عطا فرماتے۔ وہ لوگ محروم ہیں۔

جمعہ کی فضیلت

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک جن لوگوں نے اللہ رب العزت کی فرمائی ہوئی تعلیم پر عمل کیا اُن کو ناجی قرار دیا گیا، اُن پر رحمتیں نازل ہوئیں اور جنہوں نے انکار کر دیا، اُن کا کچھ اور قصہ بن گیا، اور جنہوں نے انکار تو نہیں کیا لیکن پورے بھی نہ اُترے اُن کا بھی قصہ کچھ اور رہا۔ جمعہ کے دن کچھ لے کے اور کچھ دے کے جانا ہے۔ دینا کیا ہے؟ اپنے گناہ جو ہیں پچھلے سارے، واپس کر کے جانے ہیں۔ اور آئندہ خدا سے توفیق لینی ہے کہ نیکی پر گامزن ہوں۔ دس دن کے گناہ معاف ہوں گے (دو دن کے اگلے، آٹھ دن کے پچھلے) اور آئندہ جمعہ تک نیکی کی توفیق ملے گی۔

دولائنیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ابتدائے عالم

رُباعیات

عبدالعزیز خالد

کیوں کارِ جہاں پہ ہے تجھے حیرانی؟
کر دفترِ ماضی کی ورق گردانی!
اربابِ ہوس کے لئے مُلکِ محمودؔ
اخلاص کی مِلک، خرقۂ جنیدِ ثانی [?]

اخلاص ہے مہر و قہر سے بے پروا
اِخلاص ہے [?] وجاہتِ تاج و عصا
اُس کو نہیں حرص، قوّتِ تاثیر و نفوذ
اِخلاص میں ہے، منجملۂ اسرارِ خدا

کرتے ہیں طلب جُوع و خیانت سے پناہ
قوموں کو کیا کثرتِ عصیاں نے تباہ
ہوتی نہیں فاسق کی مناجات قبول
رستے میں دعا کو روک لیتے ہیں گناہ

ہاتھوں کی لکیروں کے نہ چکّر میں پڑو
تاروں کو چراغِ رہِ منزل سمجھو
تقدیر کا راز، رازِ سربستہ ہے
مَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ
(اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا پیش آنے والا ہے)

اُٹھ جائے گر اک بار حجابِ مَن و تُو
تسکین و نوازش کے ہزاروں پہلو
نازل ہو بہشت سے دلِ زندہ کا رزق
یَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
(وہ ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتا ہے جن کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا)

توحید ہے ایماں کا مدار و محوَر
توحید ہے مرکز و رُخِ فکر و نظر [?]
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
(اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز ہرگز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے)
لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ
(کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پروردگار سمجھ کر مت پکارو!)

کہہ اُن سے کہ ہیں جن کے مشاغل منفی
ہو تم تو غُثاءٌ کغُثاءِ السَّیل
(سیلاب پر بہنے والے کوڑے کرکٹ کی طرح)
مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ
(جو اجزا انسانوں کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں انہیں زمین [?] رکھ لیتی ہے)
بنیاد کبھی شر کی کھڑی رہ نہ سکی

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ
(اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت عطا فرمائے جو ایمان لانے کے بعد اس کا انکار کر دیں)
سُن اے عربدہ جو! (جھگڑالو)
ایماں ہے دراصل احتسابِ جاوید
جو دم غافل، سو دم کافر، یا ہُو!

مجلسِ ذکر

مجلس ذکر کی فضیلت

اللہ کا ذکر کرنا بھی ایک عبادت ہے

از: حضرت مولانا الحاج سید امین الحق صاحب مدظلہٗ ～～ مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:۔

ہم جب طالب علمی کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے تو طلباء عموماً ظریف مزاج ہوتے ہیں تو ہم نے اُن دنوں میں یہ بات سُنی تھی کہ کوئی شخص تھا۔ اُس نے صبح کی نماز پڑھ لی اور مسجد میں بیٹھا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ گھر جائیں کوئی کام ہو گا، اُس نے کہا میں تو نہیں جاتا، اس لیے نہیں جاتا کہ مجھے اللہ کی وحی کے آنے کا انتظار ہے۔ ظہر کی نماز بھی پڑھ لی مگر جس وحی کے انتظار میں تھا وہ نہ آئی اور وہ بے چارا بد دل ہو گیا۔ یاد رکھئے جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، اسی طرح جب اہل اللہ مجلسِ ذکر میں بیٹھتے ہیں تو وہ بھی اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اِن لوگوں کو اپنے ذکر کی توفیق دے اور اِن کی استعداد کو بڑھا تاکہ یہ معلوم کر سکیں اور محسوس کر سکیں کہ اللہ کا نام لینا، یہ بہت بڑی بات ہے، اللہ کا ذکر کرنا، اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھنا، یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ملائکۃ اللہ اُس مجلس میں آتے ہیں جہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ وہاں بیٹھتے ہیں، پھر واپس چلے جاتے ہیں، اللہ کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں، رب پُوچھتا ہے "کہاں سے آئے ہو؟ کہاں گئے تھے؟" (وہ جانتا ہے) وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ "یا اللہ! ہم فلاں جگہ گئے تھے، تیرے بندے اکٹھے ہو گئے تھے، وہ تیرا نام لے رہے تھے، تیرا ذکر کر رہے تھے، تیری عظمت بیان کر رہے تھے، تیری تسبیح اور تحمید کرتے تھے۔" تو حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ گواہ رہو، میں نے اُن سب کو بخش دیا۔ وہ فرشتے کہیں گے کہ یا اللہ! بعضے لوگ تو یونہی تماشائی کی حیثیت سے بیٹھے تھے کہ دیکھیں یہ ذکر کیسے کیا جا رہا ہے، اس کا طریقہ کیسا ہے؟ تو رب یہی جواب دے گا کہ ٹھیک ہے، بعضے ایسے بھی تھے، لیکن اس مجلس میں جو بیٹھتا ہے نا وہ بھی محروم نہیں رہتا۔ یہ سعادتمند لوگوں کی مجلس ہے، یہاں جو بھی بیٹھتا ہے وہ بد بخت نہیں رہتا۔ اہل اللہ کے ذکر کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اپنے سامعین کے لیے اللہ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! ان کی استعداد کو بڑھا اور اِن کو اپنا نام لینے کی توفیق دے۔ آپ جانتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جو بات آپ کو دکھائی دیتی تھی یا جس امر کا احساس ہوتا تھا، شاید ہماری مجلس میں نہ ہوتا ہو، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ مجلس تو سعادت مند ہے۔

دیکھئے کتنی بڑی موٹی بات ہے آپ سوچیں ذرا۔ ایک قوّال قوّالی کر رہا ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعضے لوگوں کو حال آتا ہے۔ دیواروں سے ٹکریں مارتے ہیں۔ مزامیر کے آلات کو چوما چاٹی کرتے ہیں، قوّال کو بھی نذرانے وغیرہ دیتے ہیں آپ حضرات میں سے بھی کوئی ایسا ہے جس پر کبھی قوّالی کا اثر ہوا ہو؟ میرے خیال میں نہ ہوا ہو گا اور نہ خدا کرے کہ کبھی ہو۔ آپ نے ایسے حضرات کو بھی دیکھا ہو گا کہ جب وہ اللہ کا کلام سُنتے ہیں، رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سُنتے ہیں، اہل اللہ کے مواعظ سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، اُن کے قلوب میں رقت پیدا ہو جاتی ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج (المائدہ ۸۳)

جس کی مناسبت مزامیر اور اس قسم کے آلات سے ہے اُن پر مزامیر کا اثر پڑے گا اور جن کی مناسبت اللہ کے کلام کے ساتھ ہے، رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور اہل اللہ کے مواعظ کے ساتھ ہے، اُن پر اُن کا اثر پڑے گا +

زبان درحقیقت دل کی ترجمان ہے آپ نے بارہا سُنا ہو گا، دیکھا بھی ہو گا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سراپا سادگی تھی۔ لباس میں سادگی، بول چال میں سادگی، اُٹھنے بیٹھنے میں سادگی، وعظ و تبلیغ اور خطبات میں سادگی، اگر پیدل چلے ہیں تو پیدل جا رہے ہیں، آپ نے کبھی نہیں سُنا ہو گا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کسی نے کھانے پینے میں تکلّف کیا ہو، لیکن جب بولنے کھڑے ہوتے تھے، آپ نے اس وقت بھی دیکھا ہو گا اور اُس وقت بھی دیکھا ہو گا۔ بڑے بڑے نامور معروف قسم کے علماء جن کو لوگ شعلہ بیان کہتے تھے، چار چار گھنٹے تقریر کرتے لیکن اثر کچھ بھی نہیں، اس مسجد میں بڑے بڑے وزراء آئے لیکن وہ بات سُنی جو عرب کے بُت پرست مشرک رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زبان سے سُنتے تھے، نہ کبھی کسی نے خوشامد دیکھی نہ مداہنت کا کبھی احساس ہوا۔ آپ حضرات کو معلوم ہی ہو گا، لاہور میں ایک دیال سنگھ کالج ہے۔ وہاں جلسہ تھا حجیتِ حدیث کے موضوع پر۔ بڑے بڑے علماء آئے، اچھے اچھے مقررین آئے، لیکن حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس جلسے میں چند ہی فقرات فرمائے۔ جنہوں نے سب کے قلوب پر اثر کیا اور جن لوگوں نے وہ جملے سُنے تھے اُن کے کانوں میں آج تک وہ گونج رہے ہیں، اس سے بہتر نہ کسی نے کہا ہو گا نہ کوئی کہے گا۔ آپ نے فرمایا جو بات میں کہنے لگا ہوں یہ سب سے ممتاز ہے اور پھر آپ نے فرمایا

"جو مُنکرِ حدیث ہے وہ مُنکرِ قرآن ہے، جو مُنکرِ قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے یعنی پکاّ بے ایمان ہے۔"

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے جب خوشبو پھوٹی تھی تو دُور دُور سے لوگ مٹیّ لینے آتے۔ شیخوپورے کے ایک صاحب بھی مٹیّ لے گئے اور لطف یہ کہ وہ غیر مقلّد تھے۔ اُس کا نام ہے بابا حبیب اللہ۔ اہلحدیث ہے۔ میں نے کہا "آپ لوگ تو بزرگوں کی کرامات کے قائل ہی نہیں ہوتے"؟ کہا "جی قائل کس طرح نہیں، مٹیّ لے جو آیا ہُوں، تم بھی سونگھ لو۔"

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مَیں نے اپنے لیے رب سے بھی کبھی دُعا نہیں کی کہ مجھے روٹی دے، کپڑا دے، مکان دے۔ لیکن ایک بار آخری حج کے موقعہ پر باب ملتزم کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کی کہ "یا اللہ! تُو میرے دل کو بھی اور نیّت کو بھی جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے بھی کبھی اپنے لیے دُعا نہیں مانگی، اب ضرورت پڑی ہے تیری کتاب کی اشاعت کی، تُو ہی مسبّب الاسباب ہے، تُو ہی سبب فرمائے۔"

خُدا کے بندو! صدقۃ الفطر کے لیے اپیلیں کی جاتی ہیں اور لکھا جاتا ہے کہ مہمانانِ رسولؐ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں، وہ کہاں ہیں مہمانانِ رسولؐ؟ ہم نے تو کہیں نہیں دیکھے۔ — ہوتے ہیں، لیکن بہت کم، مدارس کے لیے اپیلیں، مساجد کے لیے اپیلیں — اہل اللہ کا تو عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر رب نے چاہا تو وہ خود سبب بنا دے گا، اگر اُس نے نہیں چاہا تو نہیں بنائے گا۔ آپ صاحبان انصاف سے کہیے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی سُنا ہے یا دیکھا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسی سے چندے کی اپیل کی تھی؟ کبھی سُنا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزدگان نے چندے کی اپیل کی ہے؟ اِن کے نام پر لوگ کرتے ہیں اور پھر بھی اُن کا دعوٰے ہوتا ہے کہ ہم خدا اور خدا کی مخلوق کے درمیان سفارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے مجھے ایک خط کی نقل بھجوائی ہے جو لکھا تو کسی اور کو ہے مگر لفافے پر میرا ایڈریس لکھ کر اُس میں نقل رکھ دی ہے۔ دو صفحے کا خط ہے۔ لکھنے والے نے کافی باتیں لکھی ہیں۔ نقل بھجوانے سے شاید اُس کا یہ مطلب ہوگا کہ مجھے بھی یہ واقعات معلوم ہو جائیں۔ اگر وہ اِس مجلسِ ذکر میں موجود ہے تو مجھ سے علیحدہ ملے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تین ہی فرزند ہیں جن میں سے ایک گذشتہ رمضان المبارک میں خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ ان کے سِوا کوئی چوتھا بیٹا آپؒ کا تمام مغربی اور مشرقی پاکستان میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر گامزن رہنے کی اور آپؒ کے فرزندانِ جلیل القدر کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت کا پختہ تعلّق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ازافادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ جزا کے دن کا مالک۔

مالک: صاحب اختیار

یوم الدین: جزا و سزا کا دن، جب اعمال کے فیصلے ہوں گے۔

تصوّرِ ملکیّت

اصل میں ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ دنیا میں مجازی طور پر ملکیّت انسان کی طرف بھی منسوب کر دی جاتی ہے۔ اور اسے تصرّف کا حق دیا گیا ہے لیکن آخرت میں ملکیّت فقط اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔

حاکمیتِ الٰہی

قیامت کے دن جب بڑے بڑے جابر اور متکبّر بادشاہ جمع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فیصلے کریں گے، اس دن حقیقی مالک، متصرّف اور صاحبِ اختیار فقط اللہ تعالیٰ ہوں گے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوگی۔ چنانچہ اعلان ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج کس کی حکومت ہے۔

لیکن کسی کو حاکمیت کے اعلان کی مجال نہیں ہوگی۔ اللہ تعالےٰ خود ہی فرمائے گا۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۰: ۱۶) اللہ ہی کی جو ایک ہے بڑا غالب۔

حاکمیت ہر آن اُسی کی ہے: قیامت کے دن بھی حاکمیت اُسی کی ہوگی۔ البتہ دنیا میں لوگ مجازی طور پر اپنی حاکمیت کا اعلان کرتے ہیں۔ فرعون اور نمرود جیسے بھی ہیں جو اپنی حاکمیّتِ مطلقہ کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ۔ (۲۸: ۳۸) مَیں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (۷۹: ۲۴) میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

لیکن قیامت کے دن کسی کو اپنی حاکمیت کا اعلان کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

تعلّق باللہ کی درستگی کی ضرورت

جب خدا ہی کے ہاتھ میں فیصلے کا اختیار ہے تو اس کی غدّاری سے بچو۔ دنیا میں اس کی ربوبیت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور قیامت کے دن جزا و سزا کے فیصلے بھی اُسی نے کرنے ہیں تو عبدیت کا تعلّق اُسی سے درست کرنا چاہیے۔ اور نافرمانی و غدّاری سے بچنا چاہیے تاکہ اللہ تعالےٰ ہمارے حق میں اچھا

فیصلہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ کو حساب کتاب دینا ہے تو اُس سے تعلق درست رکھنے کی سخت ضرورت ہے اور اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اپنی مرضی بتاتے ہیں — انسان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ انسان کو بنانے والا ہی بتا سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم آیا ہے۔ قرآن کے بغیر زندگی کے مقصد کا پتہ نہیں لگ سکتا۔

عبدیت کا پروگرام

انبیاء علیہم السلام انسان کی رہنمائی کرتے ہیں اور عبدیت کا پروگرام سمجھاتے ہیں۔ اسی سلسلے کی آخری کڑی قرآن حکیم ہے۔ اس پروگرام کی تفاصیل تو تیس پاروں میں ہیں لیکن اس کا مختصر خاکہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے۔ عبدیت کے پروگرام کے دو حصے ہیں۔ اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ۔ اعتقادیات میں تین چیزیں ہیں۔ توحید، رسالت اور قیامت۔ توحید یہ ہے کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانا جائے۔ رسالت میں اپنے وقت کے نبی کو ماننا ہے اور قیامت میں آخری حساب کتاب پہ یقین رکھنا ہے +

اعتقادات اور اعمال صحیح ہو جائیں تو انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہی سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ توحید کا ذکر پہلی دو آیتوں میں ہے۔ رسالت کا پتہ انعمت علیہم سے ملتا ہے اور اور قیامت کا ذکر ملک یوم الدین میں ہے۔ اعتقادات کے بعد اعمال کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ اس کے لیے منعم علیہ یعنی مقبولین بارگاہِ الٰہی کے مسلک پر چلنے، جن پر غضب ہوا اور جو گمراہ ہو گئے، ان کے راستے سے بچنے کا ذکر ہے +

دنیا میں دو سلسلے چل رہے ہیں۔ سلسلۂ خیر اور سلسلۂ شر۔ یہ دونوں سلسلے قیامت تک چلتے جائیں گے — انبیاء، اولیاء اور صلحاء سلسلہ خیر کی کڑیاں ہیں اور سب کو بعد والوں کے اعمال صالحہ کا ثواب مل رہا ہے۔ اسی طرح سلسلۂ شر والوں کے نامۂ اعمال میں سب کی برائیاں لکھی جا رہی ہیں۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ وَ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ○ (۳۶ : ۱۲) "بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اس کو لکھتے ہیں، اور ہم نے ہر چیز کو کتاب واضح (لوح محفوظ) میں محفوظ کر رکھا ہے"۔

جب تک دنیا ختم نہ ہو، انسان کے اعمال کا خاتمہ نہیں ہو سکتا — اس لیے اعمال کے خاتمے کے لیے دنیا کو ختم کرنا ضروری ہے۔ یہی قیامت ہے۔ سارا نظام انسان کے لیے ہے جب انسان ختم ہو جائے گا تو یہ سارا سلسلہ بھی درہم برہم کر دیا جائے گا۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ○ وَ اِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ○ (۸۲ : ۱-۲) (جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے) اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ○ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ○ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ○ (۸۱ : ۱-۳) (جب سورج کی روشنی لپیٹی جائے اور جب ستارے گر جائیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں)

تاثیراتِ اعمال

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے ذاتی تاثیر رکھی ہے جو اس سے بے ساختہ ظاہر ہوتی ہے۔ نمک میں نمکینی، مرچ میں کڑواہٹ، شکر میں مٹھاس اور ادویات کی تاثیرات وغیرہ، اسی طرح اعمال میں ذاتی تاثیرات ہیں۔ جس قسم کے اعمال انسان کرے گا، اسی قسم کی تاثیرات کا ظہور ہو گا۔ ؏

آں چہ برماست ازماست

اعمال کی تاثیرات کا ظہور بے ساختہ ہوتا ہے۔ خواہ کوئی عمل جان کر کیا جائے یا نہ جان کر۔ سنکھیا کی گولیاں چوہوں کے لیے رکھی تھیں۔ بچہ اگر بے سمجھی سے کھا لے تو یہ نہیں کہ سنکھیا اپنا اثر نہ دکھائے۔ انسان جہالت کی بنا پر بہت سے گناہ کرتا ہے۔ اسے علم نہیں کہ کیا تاثیر ظاہر ہو گی۔ لیکن تاثیر ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ پھر عمل اور تاثیر میں مناسبت ہوتی ہے۔ اسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ؏

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

جیسے ہر شخص سرکاری حکم کو نہیں سمجھتا۔ اس کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ سرکاری حکم ہے۔

مکافاتِ عمل

مکافاتِ عمل سے غافل نہیں ہونا چاہیے — جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ وفاداری کروگے تو جنّت ملے گی۔ غداری کروگے تو جہنّم میں جاؤگے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جَو ز جَو

حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرے گا، اسے قبر میں عذاب ہو گا۔ اب اس میں مناسبت ہے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا چاہیے۔ اللہ کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں — حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے حکمتیں بیان کی ہیں۔ حکمت سمجھ میں آ جائے تو معلوم ہو گا کہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے جو اللہ نے کہا یا جس کا اللہ نے حکم دیا۔ بادشاہ حکم دیتا ہے اور تعمیل کراتا ہے۔ وہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو حکمتیں نہیں سمجھاتا۔ انگریز کے عہد میں بڑے بڑے مادر پدر آزاد تھے لیکن اس کے قانون کے پابند۔ انگریز کا خوف تھا اللہ کا خوف نہیں تھا، اللہ کا خوف ہوتا تو اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (۲۲ : ۳۵) جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں +

اللہ کا حکم سنایا جائے تو حکمتیں پوچھتے ہیں، لیکن انگریز کا حکم بلا حیل و حجت مانتے ہیں۔ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کا ارادہ کرنا "ایمان" ہے اور تکمیل کرکے دکھانا "اسلام" ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۵۹ : ۷) اور جو کچھ تمہیں رسول دے، اُسے لے لو، اور جس سے منع کرے، اس سے باز رہو۔ یعنی جو اللہ کا رسول حکم دے، اس پر عمل کرو اور جس سے روکے، اُس سے رُک جاؤ۔

گناہوں کی سزا دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اگر بچ جائے تو قبر میں ملتی ہے، پھر حشر میں اور باقی دوزخ میں۔ قیامت کے

دن آخری حساب بے باق ہوگا۔ کافر کو نیک اعمال کی جزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔ مومن کو کچھ دنیا میں ملتی ہے اور باقی مرنے کے بعد ملتی ہے +

حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی برائی کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اور جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو سفید نقطہ پڑتا ہے۔ یہ اعمال کا اثر ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالٰے نے اپنی عبادت ٹھہرایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ (۵۶:۵۱) اور میں نے جنّ اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔ اس کے بعد بندگی کے امتحان کے لیے یوم الجزا مقرر کیا ہے — حیات کا مقصد تکمیل عبدیت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی معرفت امتحان کا نصاب بتایا ہے۔ جس پر ان حضرات نے خود عمل کرکے دکھایا۔ امتحان مرنے کے بعد ہوگا — اس امتحان کے دن کا نام ہی قیامت ہے۔ دنیا کی زندگی عبدیت کے نصاب کی تکمیل کے لیے ایک موقع ہے۔ ہر امتحان کی تیاری کے لیے میعاد مقرر ہوتی ہے۔ انسان کے امتحان کی میعاد اس کی عمر ہے۔

کسبِ حلال اور سنّتِ انبیاء علیہم السلام

ہاتھ سے روزی کمانے کو افضل قرار دیا گیا!!

مولانا غلام احمد جلہ جیم میلسی

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ بہتر سے بہتر کھانا وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے۔ حضرت علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کرکے کھایا کرتے تھے۔

(ف) مطلب یہ ہے کہ مفت خوری بھیک، سوال کی عادت نہ ڈالے۔ اور نذرانہ ہدایہ وغیرہ کا منتظر نہ رہے بلکہ خود کسب کرنا چاہیے۔

○ ایک شخص اگر لکڑی کا گٹھ اپنی پیٹھ پر لاد کر بازار میں فروخت کرلے اور اس کمائی سے کھائے تو یہ سوال کرکے کھانے سے زیادہ بہتر ہے۔ (حدیث)

کسی نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! کون سا کسب افضل ہے۔ فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور تجارت کرکے کمانا۔ (حدیث)

○ اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے اپنے ماں باپ کے لیے کمانا خدا تعالٰی کی خوشنودی کا موجب ہے۔ ریا اور فخر کے لیے کمائی شیطان کی کمائی ہے۔ (حدیث)

○ فرمایا یا اللہ! میری امّت کو برکت دے اوّل وقت میں (طلوعِ آفتاب سے قبل) (حدیث)

○ اللہ تعالٰے صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک اپنے بندوں کو رزق تقسیم کرتا ہے۔ (حدیث)

○ رزق کو اپنے سے دُور نہ سمجھو جو رزق مقدر ہو چکا ہے اس کو حاصل کیے بدوں موت نہیں آسکتی۔ اس لیے طلب رزق میں خودداری اور شریعت کے حق کا خیال کرکے حلال کو حاصل کیا کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔ (حدیث)

○ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک کھجور اٹھا کر سائل کو دی اور فرمایا اگر تُو اس کھجور تک نہ پہنچتا تو یہ کھجور تجھ تک ضرور پہنچتی۔ (حدیث)

○ جو شخص دنیا سے منقطع ہو کر خدا کی طرف متوجّہ ہوتا ہے تو خدا تعالٰے اُس کی مشقّت کے لیے کافی ہوتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو بندہ خدا کو چھوڑ کر صرف دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالٰی اُس کو دنیا کے حوالے کر دیتا ہے۔ (حدیث)

(ف) مطلب یہ کہ تجارت یا زراعت یا صنعت، نوکری چاکری ہر معاملہ میں اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری اور حقوق کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالٰی بھی اعانت فرماتا ہے لیکن اگر کوئی دنیا کمانے کے پیچھے حقوق اللہ کی اعانت چھوڑ دے تو اللہ تعالٰے مدد نہیں کرتا۔ (حدیث)

○ جس شخص نے حلال کمائی پر گزر کیا، میری سنّت پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھا وہ جنتی ہے، بہشت میں داخل ہوگا۔ (حدیث)

○ چار باتیں اگر انسان میں موجود ہیں تو اُس کو پھر کوئی اندیشہ نہیں خواہ اس کی دنیا کتنی ہی فوت ہو جائے (۱) امانت (۲) سچ بولنا۔ (۳) اچھی خصلت (۴) کمائی میں حرام اور شبہات سے احتیاط۔ (حدیث)

یعنی نجات کے لیے یہ کافی ہیں۔

○ اللہ تعالٰے خود پاک ہے اور پاک ہی چیز کو قبول کرتا ہے — اللہ تعالٰی نے جس بات کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا اسی بات کا حکم عام مسلمانوں کو بھی دیا ہے اپنے تمام تمام پیغمبروں کو حلال پاک کمائی کا حکم دیا ہے۔ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ہ اے پیغمبرو! پاکیزہ کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو — اسی طرح عام مسلمانوں کو حکم دیا — یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ اے مسلمانو! پاکیزہ غذا کھایا کرو۔

○ لوگو! حلال اور حرام ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان بعض اشیاء مشتبہ ہیں۔ پس جو شخص مشتبہات سے اپنے کو محفوظ رکھے گا اس کا دین اور آبرو دونوں محفوظ رہتے ہیں جو مشتبہات کی پروا نہیں کرتا وہ ایک

دن حرام میں ہی مبتلا ہو گا۔ لوگو! انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو تمام بدن درست ہے۔ اگر وہ خراب ہے تو تمام جسم خراب ہے۔ لوگو! وہ ٹکڑا انسان کا دل ہے۔

○ متقی وہ شخص ہے جو بعض جائز چیزوں کو ناجائز کے خوف سے چھوڑ دے۔ یعنی ناجائز سے اتنا ڈرتا ہے کہ بعض جائز چیزوں کو بھی ترک کر دیتا ہے۔

○ عبادت کی زیادتی سے علم کی زیادتی بہتر ہے۔ بہترین دین تمہارا تقویٰ ہے۔ (حدیث)

سچا تاجر اور بازار میں ذکرِ الٰہی

○ ایک صادق اور امانت دار سوداگر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

○ تجّار کا حشر فجّار کے ساتھ ہو گا۔ مگر تاجر خدا سے ڈرتا ہے اور سچ بولتا ہے۔ وہ قیامت میں شہید اور صدیقین کے ہمراہ ہو گا۔ (حدیث)

○ جو شخص بازار میں نکلا اور اُس نے ذیل کے کلمات پڑھ لئے، تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اس کے ایک لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے ایک لاکھ درجے بلند کر دیتا ہے۔ کلمات یہ ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ دَائِمٌ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (حدیث)

بازار چونکہ غفلت کی جگہ ہے اس لیے وہاں خدا کو یاد کرنا مزید اجر کا موجب ہے۔

○ دو شخص ایک دفعہ بازار میں ملے۔ ان دونوں نے آپس میں کہا کہ بازار غفلت کی جگہ ہے۔ یہاں سب لوگ خدا کی یاد سے غافل ہیں آؤ ہم تم یہاں خدا کا ذکر کریں۔ دونوں نے بازار میں خدا کا ذکر کیا۔ اتفاقاً دونوں میں سے ایک مر گیا۔ تو دوسرے نے اس کو خواب میں دیکھا۔ مرنے والے نے اس سے کہا۔ مجھے کچھ معلوم بھی

گذرگاہِ خیر البشر ﷺ دیکھ آئے

ذیل کی یہ نظم دارالعلوم دیوبند کے شعبہ محاسبی کے ناظم حضرت مولانا عبد الواحد صاحب آباد مدظلہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ حج سے واپسی کے متعلق کہی ہے۔

بہارِ مسرّت اثر دیکھ آئے — مبارک ہو، اللہ کا گھر دیکھ آئے

جہاں بارشِ نور ہوتی ہے پیہم — وہی لطفِ شام و سحر دیکھ آئے

جو ہے جلوۂ دینِ برحق کا حامل — وہی سرزمین سر بسر دیکھ آئے

فرشتے ہیں جاروب کش جس جگہ پر — مبارک وہ پاکیزہ گھر دیکھ آئے

بلندی پہ ہے بخت حامد میاں کا — کہ وہ بابِ رحمت اثر دیکھ آئے

نگاہیں ترستی ہیں جس میکدہ کو — وہ میخانۂ مقتدر دیکھ آئے

تقاضا ہے دل کا میں آنکھوں کو چوموں — گذرگاہِ خیر البشرؐ دیکھ آئے

مبارک ہو سب اہلِ خانہ کو یارب! — مدینہ کی شام و سحر دیکھ آئے

بر آئیں تمنّائیں کل جامعہ کی
نظر پھر وہی سنگِ در دیکھ آئے

ہے۔ جس دن میں نے اور تُو نے بازار میں خدا کو یاد کیا تھا اُسی دن تیسرے پہر کو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ (ابن ابی الدنیا) یعنی مرتے ہی نجات ہو گئی تھی۔

لین دین میں نرمی اور ادائیگی قرض وغیرہ

○ خدا اس بندے پر رحم کرے جو بیچنے میں بھی نرمی کرتا ہے اور خریدتے وقت بھی نرمی سے پیش آتا ہے۔ لوگوں پر تقاضا کرتا ہے تو بھی نرم تقاضا کرتا ہے۔ (حدیث)

○ تم سے پہلے ایک آدمی لین دین میں نرمی کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (حدیث)

○ ایک شخص بیع اور لین دین میں نرم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (حدیث)

○ جو آدمی لین دین کا نرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (حدیث)

○ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہے یعنی وعدے پر دیتا ہے، قرض خواہ کو پریشان نہیں کرتا۔ (حدیث)

○ جو کوئی شخص اپنا قرض طلب کرے تو نرمی اور مقروض کی عزت کا خیال کر کے طلب کرے خواہ پورا قرض وصول ہو یا نہ ہو (حدیث)

○ ایک قرض خواہ نے حضورؐ پر سختی سے مطالبہ کیا۔ صحابہؓ چاہتے تھے کہ اس کو جواب دیں لیکن حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو لینے والا ایسا ہی کہا کرتا ہے۔ پھر حضورؐ

نے اس کا قرض اس کی اصل سے بہتر ادا کر دیا۔ (صحاح) اپنی خوشی سے بلا کسی شرط کے اصل سے کچھ زائد دینا جائز ہے۔ (حدیث)

○ جس شخص نے کسی بیع کا اقالہ کر لیا تو اللہ تعالےٰ قیامت میں اس بندے کی لغزشوں کا اقالہ کرے گا (حدیث) اقالہ کا مطلب یہ ہے کہ بیع کو توڑ کر چیز واپس کرے۔ مثلاً ایک شخص نے کوئی چیز دکاندار سے خریدی پھر اُس نے اُس چیز کو پھیرنا چاہا تو جو دکاندار گاہک کی چیز کو پھیر لے اس کو قیمت دے دے تو یہ بشارت اس کے لیے ہے۔

○ جس نے اقالہ کیا کسی خادم سے تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کی جان کا اقالہ کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ بھی گناہ معاف کر دے گا۔ (حدیث)

○ جو شخص اس نیّت سے قرض لیتا ہے کہ اس قرضہ کو ادا کر دے گا تو اللہ تعالےٰ اس کی امداد کرتا ہے اور قرض اس کا ادا کر دیتا ہے۔ (حدیث)

○ مالدار مقروض کو جس نے مہلت دی اور مفلس مقروض کو جس نے معاف کر دیا تو یہ شخص جنتی ہے (اصحاب السنن) بعض احادیث کے مطلب کا یہ خلاصہ ہے۔

اِمامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ

عُسرت میں زندگی گزار کر بھی فقہ کی گتھیاں سلجھاتے رہے

سیّد فضل الرحمٰن جعفری

دنیائے اسلام کی وہ سعید و نیک ہستیاں جنہوں نے اپنے علم و حکمت کی قندیلوں سے دلوں کی تاریک وادیوں کو روشن کیا اور جن کے خیال کی رعنائیوں نے دماغ میں فکر و دانش کی نئی نئی شاہراہیں کھولیں۔ جن کے مجاہدانہ اور عارفانہ کارناموں نے انسانی رگوں کے منجمد خون میں حرارت پیدا کی۔ اس میں دوسری صدی ہجری کے دانشوروں اور مفکروں کی ایک طویل قطار چشم تصور کے سامنے نظر آتی ہے لیکن اس میں ایک ہستی ایسی تھی جو سب سے ممتاز و منفرد ہے۔ جسے دنیا امام شافعیؒ کے نام سے جانتی ہے۔ نام محمد ہے۔ کنیت ابو عبداللہ۔ لقب ناصر الدین آپ کے جد امجد "شافع" تھے۔ اس لیے شافعی کہلائے۔ آپ قریش ہاشمی مطلبی ہیں۔ آپ کے باپ کا نام ادریس بن عباس ہے۔ حبالہ کے رہنے والے تھے پھر مدینہ آگئے پھر شام گئے۔ اور آخر میں عقلان میں سکونت پذیر ہوئے +

امام شافعیؒ رجب ۱۵۰ھ بمقام غزہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے کچھ دن پہلے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ماموں کے ساتھ اپنی ابتدائی زندگی کے آٹھ سال بسر کیے امام شافعیؒ نے ابھی اپنی کاروانِ عمر کی سات منزلیں طے کی تھیں کہ پورا قرآن سینے میں محفوظ ہو گیا اور جب یہ کارواں دسویں منزل میں داخل ہُوا تو "موطا امام مالک" سینے میں اتر گیا۔ اس طرح قرآن کے بھی حافظ ہوئے اور موطا امام مالکؒ کے بھی لیکن یہ ذہانت اور فکری بلندی کا کچھ سبب بھی تھا۔ چنانچہ جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے اپنا لعاب دہن میرے جسم اور زبان پر ڈال کر یہ فرمایا تھا کہ "جا خدا تجھ پر برکت نازل فرمائے"

پھر خواب میں ایک بار یہ بھی دیکھا کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تعلیم دے رہے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ مجلسِ نبوی کے قریب پہنچے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! مجھے بھی کچھ تعلیم دیجئے۔"

آپؐ نے اپنی آستین سے ایک میزان نکال کر عطا کی اور فرمایا:

"یہ میرا عطیہ ہے" ایک معبر نے یہ جواب سُن کر کہا:

"امام شافعیؒ سنتِ نبویؐ کی اشاعت میں امام بنیں گے"

امام شافعیؒ کو علم کی تحصیل کا بیحد شوق تھا اور حافظہ بلا کا تھا۔ چنانچہ آپ کوئی حدیث سنتے تو فوراً یاد کر لیتے۔ کوئی مسئلہ معلوم ہوتا تو اُسے دماغ میں محفوظ کر لیتے۔ اور اکثر تمام علمی باتوں کو ہڈیوں پر لکھ کر مٹکوں میں احتیاط سے رکھ دیتے +

امام شافعیؒ کے بارے میں اس عہد کے جلیل القدر اور بلند مرتبہ محدثین اور علماء نے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ باری تعالیٰ ہر صدی میں ایک ایسی ہستی پیدا کرتا ہے جو اللہ کے بندوں کو دین کی صحیح تعلیم دیتا ہے۔ منکرات کو دور کرتا اور بدعات کو مٹاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے نظیر پیش کرتے ہوتے فرمایا

"پہلی صدی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے تھے اور دوسری میں امام شافعیؒ ہیں یہ دونوں مجدد ہیں۔ پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ ارشاد ہے کہ

"قریش میں ایک عالم ایسا پیدا ہوگا جو دنیا کو علم سے مالا مال کر دے گا۔ چنانچہ دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ ان تمام روایتوں کے مصداق حضرت امام شافعیؒ ہیں۔"

امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کے دانش کدے میں تین سال بسر کیے۔ اس مدت میں آپ نے حدیث، آثار صحابہ، تابعین کے فتاوے اور امام مالکؒ کی فقہ پر پورا طرح عبور حاصل کیا۔ اس سے فراغ پا کر آپ مکے واپس آئے اور پھر یمن میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں سپہ گری کے فنون سیکھے۔ تیر اندازی میں مہارت حاصل کی۔ فن لغت میں بیس سال کی عمر تک محنت و ریاضت کرتے رہے۔ علم

امام شافعیؒ

جنہوں نے :

* سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔
* دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالکؒ کو اپنے سینے میں اتارا تھا۔
* خواب میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے "میزان" کا عطیہ حاصل کیا تھا۔
* ایک سو تیرہ کتابیں تصنیف کیں۔
* احادیث و آثارِ صحابہؓ جمع کرنے میں بڑا ریاض کیا۔
* حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد مجدد ہونے کا شرف حاصل کیا۔
* فقہ و احادیث کو تمام کوتاہیوں اور کدورتوں سے صاف کیا۔

انساب کا فن سیکھا۔ فن تاریخ پر دسترس حاصل کی اور حافظہ اتنا قوی تھا کہ آپ نے ہذیل کے دس ہزار اشعار زبانی حفظ کر لیے تھے۔ حضرت امام شافعیؒ نے ۱۱۳ کتابیں تصنیف کی ہیں اور یوں تو تمام تصانیف یکتائے روزگار اور علم و معرفت کا خزینہ ہیں لیکن احکام القرآن، کتاب العلل اختلاف الحدیث اور رسالۂ اصول اپنی فکری گہرائی اور معنویت کی بلندی کے اعتبار سے لاجواب و بے نظیر کتابیں ہیں اور علمی دنیا میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

امام صاحب نے یہ بات شدت سے محسوس کی تھی کہ فقہ اور احادیث میں خارجی اثرات کار فرما ہو گئے ہیں اور ان کی اصلی ہیئت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ ان کو کدورتوں اور آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے آپ نے اسلامی ممالک کا سفر کیا اور اتنی محنت و کاوش کی کہ فقہ اور حدیث کو سمجھنے کے لیے بنیادی اصول وضع فرمائے اور آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ بات صاف طور پر بتا دی کہ پہلے قرآن و حدیث پر غور کرنا ضروری ہے پھر صحابہ کرام کے تعامل پر، اور پھر قیاس پر، پھر یہ بھی طے فرما دیا کہ جب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ثابت ہو جائے تو اس پر عمل لازمی ہے۔
امام بخاری کے استاد امام حمیدی امام شافعیؒ کی کوئی روایت بیان کرتے تو آپ کا اندازِ بیان یہ ہوتا۔

"ہم سے تمام فقہا کے سردار امام شافعیؒ نے روایت بیان فرمائی"۔

امام شافعیؒ کی تمام عمر عسرت و تنگی میں بسر ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا ذوقِ سلیم برقرار رہا اور علوم رائجہ پر آپ نے کامل دسترس حاصل کی۔ آپ نے تحصیل علوم کے لیے تیس سال کی عمر تک تمام عالم اسلامی کا دورہ کیا اور اس عہد کے علماؤ فضلاء سے ملاقاتیں کیں اور جیب و داماں کو علم کے موتیوں سے خوب بھرا۔ کوفہ بغداد اور عراق میں فقہ امام ابو حنیفہ پر تحقیق کی اور اسے امام محمد حسن شیبانی اور دوسرے ممتاز فقہا سے اچھی طرح سمجھا۔

اللہ تعالےٰ نے امام شافعی سے تجدید اور اصلاح امت کا کام لیا اور واقعی آپ نے اپنی ۵۴ سالہ زندگی میں فقہ کو شکوک و التباس سے پاک کر کے امت کے سامنے رکھ دیا اور بلند پایہ فقیہہ کہلائے۔ احادیث کو کدورتوں سے صاف کیا اور ناصر الحدیث مشہور ہوئے۔

امام شافعیؒ :-

- جس نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔
- جس نے دس سال کی عمر میں موطا امام مالکؒ کو اپنے سینے میں اتار لیا تھا۔
- جس نے خواب میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے "میزان" کا عطیہ حاصل کیا تھا۔
- جس نے ۱۱۳ کتابیں تصنیف کیں۔
- جس نے احادیث و آثار صحابہ جمع کرنے میں بڑا ریاض کیا۔
- جسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد مجدد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔
- اور جس نے فقہ و حدیث کو تمام کوتاہیوں اور کدورتوں سے صاف کیا۔
- وہ اپنی علمی کارناموں کا عظیم و لافانی سرمایہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے چھوڑ کر دنیائے فانی سے ۳۰ رجب ۲۰۴ھ میں عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔

★

درس قرآن

قرآن حکیم شفاء اور رحمت ہے

از: مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ العالی — مرتبہ: محمد عثمان غنی

(سورتِ کہف)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ (الکهف ۱)

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! اللہ تعالےٰ کا بے انتہا شکر ہے اور اس کا بے انتہا احسان ہے کہ اپنی رحمت کاملہ کے ساتھ مجھے آپ کو اپنی زندگی میں پھر ایک مرتبہ اپنا کلام سننے کے لیے اور سنانے کے لیے اکٹھا ہونے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آج سورتِ کہف شروع ہو رہی ہے۔ سورتِ کہف مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ چونکہ اس میں اصحابِ کہف کا ذکر آتا ہے اور جہاں تک قرآن مجید کے متعلق میرا مطالعہ ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ لفظِ کہف سورتِ کہف ہی میں آیا ہے۔

کہف عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں غار، کھوہ، پہاڑ کے درمیان کا کوئی حصہ۔ چونکہ اس سورتِ مقدسہ میں چند انسانوں کا ذکر ہے جنہوں نے شرک، کفر اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے اس غار میں جا کر پناہ لی تھی اور ان کے ساتھ عجیب قسم کا واقعہ پیش آیا۔ جسے قرآن نے ذکر فرمایا۔ اسی مناسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سورت کا نام سورتِ کہف رکھا ہے۔ یہ سورت بھی قرآن مجید کی دوسری سورتوں کی طرح مختلف اثرات اور متعدد روحانی برکات اور فوائد رکھتی ہے۔

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، اس کا ہر حصّہ مختلف برکات کا حامل ہے۔ قرآن مجید نے صاف ارشاد فرما دیا۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۵ (بنی اسرائیل ۸۲) فرمایا قرآن مجید شفاء ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم قرآن کو سنو، قرآن کی طرف متوجہ ہو جاؤ، کان لگاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیتِ مقدسہ کو اور پہلی آیت مقدسہ کو ملانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا سننا بھی اللہ کی رحمت پیدا کرتا ہے اور قرآن کا سنانا بھی اللہ کی رحمت کو پیدا کرتا ہے۔ تو جب رحمتِ الٰہی پیدا ہو گی تو پھر شفاء آ ہی جائے گی۔ شفاء بھی رحمت کا ایک حصّہ ہے اسی لیے قرآن مجید نے فرمایا۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۵ (بنی اسرائیل ۸۲) جب قرآن رحمت ہے تو رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شفاء بھی ہو۔

قرآن مجید بدنی بیماریوں کے لیے بھی ہے اور روحانی بیماریوں کے لیے بھی شفاء ہے قرآن کی تلاوت سے کفر، شرک، بدعت، اللہ کی ہر نافرمانی کے جو جذبات انسان کے ذہن میں کسی طرف سے داخل کیے جاتے ہوں وہ نکل جاتے ہیں۔ میں اکثر اپنے دوستوں سے، بزرگوں سے، بھائیوں سے کہا کرتا ہوں جہاں کسی محلّے کی، کسی قوم کی، کسی طبقے کی اصلاح مقصود ہو، وہاں پر بلا کسی کہنے سننے سے درسِ قرآن شروع کر دیجئے اور اس نیّت کے ساتھ شروع کیجئے ——— کہ اے ربّ العالمین! میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا، میں تیرے کلام کو اپنے ذہن کے خیالات کے پیچھے ڈھال نہیں بناؤں گا۔ بلکہ اپنے خیالات کو تیرے کلام مجید کے تابع رکھ کر تیرے کلام کی تشریح کروں گا۔ دیکھ لیجئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ساری اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ عربوں کی اصلاح قرآن مجید نے کی۔ آج بھی قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر قرآن مجید پڑھا جائے، قرآن مجید سنا جائے، قرآن مجید سمجھا جائے تو ہماری جتنی روحانی بیماریاں ہیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اس درس کریم کو یہاں شروع کئے اب پانچ سال ہو چکے ہیں۔ یہ خیال ہے کہ ہماری بہت سی اصلاح ہو چکی ہے اللہ کرے کہ جو عیب ہم میں باقی ہیں وہ بھی دُور ہو جائیں۔ یہ ایک مہینے میں ایک گھنٹے کا درسِ قرآن اتنی برکات پیدا کر دیتا ہے کہ گزشتہ جمعرات میں لاہور گیا حضرت دامت برکاتہم کی مجلس ذکر میں شریک ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ کہ آپ ہی کچھ تھوڑا سا بیان کر دیجئے۔ امتثالِ امر کی وجہ سے اور اس خیال سے سرِ تسلیم خم کر دیا کہ یہ بہت بڑی بابرکت مسند ہے، جہاں اس دورِ حاضر کے بہت بڑے امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہُوا کرتے تھے، اللہ کرے ان کی برکات سے کچھ ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔ ذکر کے دوران میں ایک مثال ذہن میں آ گئی، وہ آپ بھی سن لیجئے میں نے عرض کیا کہ دیکھئے ہماری گھڑیاں چوبیس گھنٹے چلتی رہتی ہیں ان گھڑیوں کو اگر چابی نہ دی جائے تو یہ نہیں چل سکتیں۔ وہ دو تین سیکنڈ جو ہم چابی دینے میں صرف کرتے ہیں۔ گھڑی میں وہ قوت پیدا کر دیتے ہیں کہ ۲۴ گھنٹے بلا چابی کے چلتی رہتی ہے اسی طرح آپ حضرات جو اس درسِ پاکیزہ میں تشریف لے آتے ہیں، مجھے بھی اللہ توفیق دے دیتا ہے، اور مہینے میں ہم یہ جو سوا گھنٹہ نکال لیتے ہیں یعنی پون گھنٹہ

درسِ قرآن کے لیے اور آدھ گھنٹہ درسِ حدیث کے لیے۔ ہمیں پتہ نہیں چلتا، خداوند قدوس اس درس کی برکت سے ہماری کتنی ذہنی اور روحانی بیماریوں کو دُور کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ جو باقی رہ گئی ہیں، انہیں بھی اللہ تعالےٰ دُور فرما دے۔

تو میرے بزرگو! قرآن مجید کیا ہے؟ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۵ قرآن حکیم شفاء ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ تو شفاء روحانی تو یقیناً ہی ہے اور بدنی شفاء بھی ہے، چنانچہ علامہ شوکانی نے جو اہلِ حدیث کے بڑے امام گذرے ہیں اپنی تفسیر "فتح القدیر" میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت میں روحانی شفاء بھی ہے اور بدنی شفاء بھی ہے۔ اور مجھے ایک دوست نے بتایا کہ انہوں نے مکّہ مکرّمہ کے ایک بازار میں دیکھا کہ ایک کتاب فارسی میں لکھی ہوئی بک رہی ہے اور اس کے چند ہی نسخے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس کتاب میں انسان کی ہر بدنی بیماری کا علاج وظائف اور عبادات کی شکل میں دیا گیا تھا۔ مثلاً اگر کسی شخص بخار ہو جائے تو قرآن کریم کی فلاں آیت پڑھے اور فلاں عبادت کرے۔ اگر کسی کو دردِ سر کی شکایت ہو، تو قرآن کریم کی فلاں آیت پڑھے اور فلاں نیکی کا عمل کرے۔ (باقی آئندہ)

سے دو لائنیں چل رہی ہیں۔ ایک تو وہ لائن ہے جو اللہ کے راستہ پر چلتی ہے۔ اُس راہ پر چلنے والوں کے امام انبیاء علیہم السّلام ہیں، دوسری لائن شیطان کی ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کا امام شیطان ہے —— دو گروہ ہیں —— حزب اللہ اور حزب الشیطان ——

قرآن حکیم ہم زندوں کے لیے نازل ہوُا ہے، مُردوں کے لیے نہیں۔ ہم نے تو مُردوں کے لیے قرآن کو رکھا ہوا ہے۔ جب کوئی انسان مرجاتا ہے تو کہتے ہیں۔ "اب اس کو پڑھو جی"۔ نہیں۔ زندگی میں اس پر عمل کرے اور اللہ تعالےٰ سے مقبول بارگاہِ الٰہی ہونے کا ٹکٹ لے تو مرنے کے بعد فوراً اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے باغ بن جائے گی۔ قرآن رنگ بدل دیتا ہے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ قبر میں تین سوال ہوں گے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ چار سوال ہوں گے۔ چوتھا سوال یہ ہوگا۔ وَمَا عِلْمُكَ۔ تیرا علم کیا ہے؟ تو وہ کہے گا۔ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ ط مَیں نے کتاب پڑھی، وَ اٰمَنْتُ، اور مَیں اس پر ایمان لایا، وَ صَدَّقْتُ، اور مَیں نے اُس کی تصدیق کی۔

یہ چوتھا سوال جو ہے یہ قرآن کے متعلق ہے۔ تو یہیں دنیا میں رہ کر ہمیں اس قرآن پر عمل کرنا ہے اور عمل کرکے دنیا سے ہی مرحوم و مقبول ہوکے جانا ہے۔ اور جو لوگ انکاری ہو جائیں گے اُن کا نام ہوگا کافر — انکاری تو نہیں لیکن کرتے بھی نہیں تو اُن کو کہا جائے گا فاسق۔ جس کا ترجمہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "بدمعاش"۔ قانون کو مانتا تو ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ تو فاسقوں کی سزا اور ہے، کافروں کی سزا اور ہے۔ ایک اور گروہ ہوگا، ظاہراً تو مسلمان نظر آئے گا۔ حقیقۃً اندر سے وہ ایماندار نہیں ہوگا۔ یہ منافق ہیں۔

ایک روایت میں واقعہ آتا ہے کہ قیامت کے روز سب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے۔ اعلان ہوگا کہ جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا۔ اُس کے پیچھے چلا جائے۔ کوئی کسی کے پیچھے چلا جائے گا کوئی کسی کے پیچھے چلا جائے گا۔ بہت جمِ غفیر ہوگا اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ تو وہ کہیں گے "جی اعلان یہ ہوُا ہے کہ اپنے معبود کے پیچھے چلے جاؤ۔ ہمارا معبود جب آئے گا ہم اس کو پہچان لیں گے اور اس کے پیچھے چلے جائیں گے"۔ "کیا اس کی کچھ نشانی بھی ہے؟" "ہاں" يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ (القلم ۴۲-۴۳) پنڈلی کھولی جائے گی تو اس وقت سجدہ کرنے والے جو ہوں گے وہ تو صحیح ہوں گے اور بعضے وہ ہوں گے جو پیچھے گر پڑیں گے۔ سجدہ خدا کو کرتے تھے۔ لیکن ریاءً، لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ پیچھے گر پڑیں گے۔ کمر کا جوڑ ان کا بند ہو جائے گا —— جونہی آگے جھکیں گے، پیچھے گر پڑیں گے۔

تو دو سلسلے چل رہے ہیں۔ ایک سلسلہ خیر کا ہے، ایک شر کا ہے۔ خیر کے راستے کے امام انبیاء کرام ہیں اور شر کے راستے کے امام شیاطین ہیں۔ شیطان اُن کا سردار ہے۔ اُس کا نام ابلیس ہے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (بقرہ ۳۴) انکار کر دیا شروع سے ہی۔ اب جو انکار کریں گے وہ اس کے زمرے میں آئیں گے، جو اقرار کرتے جائیں گے وہ دوسرے زمرے میں آئیں گے۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم سب کو حزب اللہ میں شامل فرمائے اور حزب الشیطان سے محفوظ رکھے۔

آدابِ مُلاقات

حافظ قاری فیوض الرحمن ایم اے عربی، علوم اسلامیہ، اردو، فارسی

جب کسی کو سلام پہنچایا جائے

وَ اِذَا بُلِّغَ سَلَامًا مِّنْ اَحَدٍ فَلْيَقُلْ! وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَوْ وَ عَلَيْكَ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (صحاح ستّہ عن عائشۃ رضـ۔ نسائی عن انس رضـ)

اور جب کسی کو سلام پہنچایا جائے تو اس کے جواب میں اسے کہنا چاہیے۔ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، یا وعلیک وعلیہ السلام، یعنی تو بھی اور وہ بھی سلامت رہے۔

پوری جماعت کا سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:-

يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوْا اَنْ يُّسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَيُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوْسِ اَنْ يَّرُدَّ اَحَدُهُمْ (ابوداؤد)

ایک جماعت جب چل رہی ہو تو کافی ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی شخص سلام کہے اور اسی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی ایک ہی کا جوابِ سلام کافی ہے۔

سلام کی ممانعت

خطبہ کے وقت، قرآن مجید پڑھنے یا سننے والے کو، اذان یا تکبیر کہتے وقت، پیشاب یا پاخانہ کرنے والے کو، قاضی کو فیصلہ کرنے کی حالت میں، استاد کو پڑھاتے وقت نماز پڑھانے والے کو، شطرنج، تاش یا گنجفہ وغیرہ کھیلنے والے کو، بدعتی کو، مسخرے، جھوٹی کہانیاں کہنے والے کو، بے ہودہ کو، گالیاں دینے والے

سود کے بغیر بنکوں کا انتظام

ڈاکٹر انور اقبال قریشی

پاکستان میں بنکوں سے متعلق چند حقائق

۳۱ر مارچ ۱۹۷۰ء میں جملہ جدولی بینکوں کی تعداد ۳۵ تھی۔ اس میں سولہ پاکستانی بنک تھے۔ اور ۱۹ غیر ملکی تھے۔ جدولی بینک ان بنکوں کو کہا جاتا ہے۔ جن کا نام اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے جدول میں درج ہوتا ہے۔ کسی بنک کو جدولی بنک بننے کے لیے یہ اساسی شرط ہے کہ اس کا ادا شدہ سرمایہ پانچ لاکھ روپے یا اس سے زائد ہو ہم اس تذکرہ میں غیر جدولی بنکوں کا ذکر نہیں کریں گے۔ یہ جو بہت چھوٹے چھوٹے ہیں اور متقابلۃً ان کی تعداد مشرقی پاکستان میں زیادہ ہے۔ لیکن ان کا سرمایہ اور امانتیں بہت محدود ہیں۔ جہاں تک جدولی بنکوں کا تعلق ہے۔ پاکستانی بنکوں کی جملہ شاخوں کی تعداد ملک بھر میں ۲۷۶۷ تھی۔ ان کے مقابلے میں غیر ملکی بنکوں کی تعداد ۷۶ تھی۔ غیر ملکی بنک زیادہ تر بڑے بڑے شہروں میں کاروبار کرتے ہیں۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہوتا ہے کہ غیر ملکی بنکوں کا پاکستان میں ادا شدہ سرمایہ نہیں۔ کیونکہ یہ بیرونی ممالک کی شاخیں ہیں۔ ان کا کاروبار زیادہ تر جمع شدہ امانتوں سے چلتا ہے +

پاکستانی بنکوں کا ادا شدہ سرمایہ ۳۱ر مارچ ۱۹۷۰ء کو ۴۴.۳۲ کروڑ روپے تھے لہٰذا اگر ان بنکوں کو قومی تحویل میں لینا ہوگا تو اس ادا شدہ سرمائے کی رقم حکومت کو ادا کرنی ہو گی۔ لیکن محض ۴۴ کروڑ ادا کرنا ہی انصاف پر مبنی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ادا شدہ سرمایہ اور ان بنکوں کے حصّوں کی موجودہ بازاری قیمت میں نمایاں فرق ہے۔ اور اکثر و بیشتر بنکوں کے حصّوں کی قیمتیں اصل قیمت سے دگنی ہیں اور کئی ایک کی اس سے بھی زیادہ ہیں۔ لہٰذا حکومت کو کم سے کم دگنی رقم ادا کرنے کا انتظام کرنا ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ کہ ان بنکوں کے پاس ۲۲ کروڑ روپے سے کچھ اوپر رقم بطور محفوظ سرمائے کے جمع ہے۔ اگر حکومت ان کے حصہ داروں کو مناسب قیمت ادا کر دے تو یہ رقم حکومت کے قبضے میں قانونی طور پر آ جاتی ہے۔ لہٰذا حکومت کو ۸۸ کروڑ نہیں بلکہ ۶۶ کروڑ روپے کا انتظام کرنا ہو گا +

غیر ملکی بنکوں کو سرکاری تحویل میں لینے کے لیے کوئی رقم ادا نہیں کرنی ہو گی۔ ان کے محفوظ سرمایہ میں تین کروڑ روپے سے اوپر رقم موجود ہے۔ یہ ان بنکوں نے جو منافع کمایا ہے۔ اس سے جمع ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ رقم حکومت کو ملنی چاہیئے بنکوں کے ادا شدہ سرمائے کے مقابلے میں جو امانتیں موجود ہیں۔ ان کی مقدار بہت زیادہ ہے +

مارچ ۱۹۷۰ء کے اواخر میں بنکوں میں جس میں غیر ملکی بنک بھی شامل ہیں۔ جملہ جمع شدہ رقم ۱۲۱۸ کروڑ روپے تھی۔ اس میں چالو کھاتے میں جو رقم جمع تھی وہ ۴۴۵.۱۸ کروڑ روپے کے قریب بنتی ہے جو جملہ جمع شدہ امانتوں کا تقریباً ۳۷ فیصد ہے۔ ان بنکوں کے سیونگ کے شعبے میں جو رقم جمع ہے۔ وہ ۳۷۳ کروڑ ہے۔ جو جملہ امانتوں کا ۳۰ فیصد سے اوپر بنتی ہے۔ میعادی امانتیں جن کی مدت ۳ ماہ سے ۳ سال تک ہے اُن کی جملہ رقم ۳۹۸ کروڑ روپے ہے اور یہ جملہ امانتوں کا تقریباً ۳۲ فیصدی حِصّہ ہے +

جہاں تک چالو کھاتے کی امانتوں کا تعلق ہے۔ اس سے بنک سب سے زیادہ منافع کماتے ہیں کیونکہ سوائے استثنائی صورتوں کے بنک کو اس پر کوئی سود ادا نہیں کرنا پڑتا۔ بنکوں کے سیونگ کے شعبے میں جو رقم جمع ہے اس کا معاملہ بین بین ہے۔ جہاں تک میعادی امانتوں کا تعلق ہے سب سے کم شرح سود تین ماہ والی امانتوں پر ہے۔ اور سب سے زیادہ تین سال والی امانتوں پر ہے +

بنکوں کا کاروبار انتہائی منافع بخش ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ستمبر ۱۹۶۸ء میں اگرچہ بینکوں کی تعداد وہی ۳۵ تھی لیکن ان کا ادا شدہ سرمایہ صرف ۳۲.۶۵ کروڑ روپے تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۴۹ء کے اواخر میں بنکوں کی تعداد کم و بیش وہی تھی جو اب ہے۔ لیکن ان کا ادا شدہ سرمایہ صرف ۳۴ کروڑ تھا اور ان کا محفوظ شدہ سرمایہ گیارہ کروڑ روپے تھا۔ ان حقائق سے ہمیں عملی ثبوت مل گیا ہے کہ بینکوں کا کاروبار کس قدر منافع بخش ہے۔ یہ بینک اپنے حصہ داروں کو تقریباً منافع کم دیتے ہیں۔ جس کی شرح عموماً دس فیصدی ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ فیصدی منافع دینے والے بینک بونس کے حصے جاری نہیں کرتے اور دس فیصدی منافع دینے والے بینک بونس کے حصے جاری کرتے ہیں جس سے حصہ داروں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۴ء کے بعد سے اگرچہ کوئی نیا بڑا پاکستان میں بینک قائم نہیں ہوا یعنی اس کے سرمائے کی رقم چھ سال کے عرصہ میں تقریباً دو گنی ہو گئی ہے +

متذکرہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت اگر ان بینکوں کو اپنی تحویل میں لے لے اور ان کے حصہ داروں کو مناسب معاوضہ ادا کرے تو حکومت کو یہ رقم موجودہ حالات میں پانچ چھ برس کے اندر آسانی سے واپس مل سکتی ہے آیئے اور اب یہ دیکھیں کہ پاکستان میں کس طرح بغیر سود کے کامیابی سے بینک کاری کو منفعت بخش طریقے سے چلایا جا سکتا ہے۔ یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ بینک کاری کافی منافع بخش ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بینک کاری کو بغیر سود کے چلایا جائے تو منافع کی کیا صورت رہے گی۔ اس سلسلہ میں دو اہم سوال پیدا ہوتے ہیں اول اُن کا طریق کار کیا ہو گا۔ دوم قرضو کی وصولی کیسے ہو گی۔ جہاں تک اُن کے

امانتوں کا ذکر ہے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا ان کا مسئلہ تو نہایت آسان ہے نہ ان پر سود تھا نہ اب ہو گا لیکن جہاں تک میعادی امانتوں کا تعلق ہے عملی طور پر ان کی مدتوں میں اختصار کی ضرورت ہے۔ امانتوں کی مدت ایک سال مقرر کر دی جائے۔ بینکوں کو چلانے سے جو منافع حصے داروں کو دیا جائے گا وہی منافع ان امانت والوں کو دیا جائے لیکن اس کی کوئی شرح مقرر نہیں ہو گی۔ جہاں تک سیونگ بینک کا تعلق ہے یہ مسئلہ کچھ دشواری پیدا کر سکتا ہے کیونکہ یہ امانتیں چھوٹے طبقے والوں کی ہوتی ہیں جو اپنی ضروریات کے پیش نظر جلدی روپیہ نکلواتے رہتے ہیں۔ دراصل یہ طریق لوگوں میں پس اندازی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے کیا گیا اور لوگوں کو بینک کاری کے کام سے واقف کروانا اس کا اہم کام تھا۔ ویسے یہ کاروبار بینکوں کے لیے زیادہ منفعت بخش نہیں ہیں یہاں کچھ ڈاکخانہ کے نظام سے واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔ ڈاکخانہ میں سیونگ بنک کے دو طریقے رائج ہیں۔ ایک عام سیونگ بنک اکاؤنٹ اور دوسرا میعادی سیونگ اکاؤنٹ۔ عام سیونگ اکاونٹ پر میعادی سیونگ اکاؤنٹ کے مقابلہ میں شرح سود کم دی جاتی ہے اور معیادی امانتوں پر شرح سود زیادہ اس کا حل ڈاکخانوں اور بینکوں دونوں کی حد تک یہ کیا ہے کہ امانتوں کی میعاد ایک سال رکھی جائے اور اس پر جو سالانہ منافع ہوتا ہے وہ دیا جائے لیکن عام سیونگ بینک اکاؤنٹ کو عام چالو کھاتوں میں منتقل کر دیا جائے جس میں کوئی سود نہ ہو یہ کوئی غیر عملی اور انقلابی سفارش نہیں بلکہ اس کا چلن گذشتہ دور میں عام ہو رہا ہے۔ یہودی ساہوکار جنہوں نے موجودہ بینک کاری کی ابتداً کی ہے۔ شروع میں جب لوگ ان کے پاس امانتیں رکھتے تھے تو رقم کی حفاظت کے طور پر الٹا یہودی ان سے معاوضہ وصول کرتے تھے + اب رہا زیادہ مشکل مسئلہ وہ یہ کہ بنک اگر بغیر سود کے قرضے دیں گے تو اس کی آمدنی کی کیا صورت ہو گی اور لوگوں کو کیا ترغیب ہوگی کہ وہ وقت پر اپنے قرضوں کی رقم واپس کریں۔ موجودہ حالات میں تو وہ سود کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کے لیے ادائیگی کی طرف توجہ دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود بینکوں کو اپنے قرضے وصول کرنے کے لیے کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تفصیلات میں جانے سے پہلے چند اصلاحی احکامات کی طرف توجہ مبذول کرنا ضروری ہے۔ سب سے اول تو یہ کہ اسلامی نظام اسی صورت میں چل سکتا ہے کہ اس کے احکام کی روح کو نہ صرف تسلیم کیا جائے بلکہ اسے پورے طور پر عمل میں لایا جائے جہاں اسلام سود کی سختی سے ممانعت کرتا ہے وہاں اس امر پر بھی انتہائی زور دیتا ہے کہ قرض خواہ کا اولین فرض یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے قرضوں کو چکانے میں پوری سرعت اور تن دہی سے کام لیں۔ وراثت کے احکام یہ ہیں کہ پہلے قرض خواہوں کا قرضہ چکایا جائے پھر وارثوں کو حصہ دیا جائے۔ اسلامی نظام اور دوسرے نظاموں میں مبین فرق یہ ہے کہ جہاں اسلام قرضوں کی ادائیگی کے متعلق کافی سخت احکام پیش کرتا ہے وہاں اس امر پر بھی زور دیتا ہے کہ جہاں یہ ثابت ہو جائے کہ قرض خواہ قرض ادا نہیں کر سکتا تو اس کا قرضہ کم کر دیا جائے یا معاف کر دیا جائے اور خود اہل ثروت لوگوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ صدقات کی رقم نادار مقروضوں کی گردنوں کو اس کے بوجھ سے نجات دلانے کے لیے فراخ دلی سے استعمال کریں۔ اب جہاں تک بڑے بڑے صنعت کاروں کارخانہ داروں اور دوسرے کاروباری لوگوں کا تعلق ہے بالخصوص جائنٹ اسٹاک کمپنیاں خواہ وہ پبلک لیمٹڈ ہوں یا پرائیویٹ لیمٹڈ' ان کے حساب کی تنقیح اور جانچ پڑتال چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کرتے ہیں لہذا اس کے نفع نقصان کا پتہ لگانا کوئی مسئلہ پیش نہیں کرتا جس شرح سے وہ منافع اپنے حصہ داروں کو تقسیم کریں وہی منافع اپنے قرض کی مدت کے لحاظ سے بینکوں کو ادا کریں۔ موجودہ سودی بینکاری کے نظام اور بلا سودی بینک کے نظام میں مبین فرق ہوگا کہ ان کارخانوں کو ابتدائی زمانے میں روپے کی سخت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ابتدائی سالوں میں جبکہ ان کا کام چل نہیں پاتا وہ کوئی منافع تقسیم نہیں کرتے کیونکہ انہیں منافع ہوتا ہی نہیں مگر موجودہ بینک ایسے کارخانوں اور تاجروں کو جو قرض دیتے ہیں اس ابتدائی عرصے میں بھی سود کی ادائیگی پر اصرار ہی نہیں کرتے بلکہ عملی طور پر وصول کرتے ہیں اور یہ ادائیگی قرض خواہوں پر سخت گراں گزرتی ہے۔ اسلامی نظام میں بینک نفع اور نقصان دونوں میں شریک ہوں گے۔ جب کارخانوں تاجروں کو کوئی نفع نہیں ہو گا تو بینکوں کے مطالبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جب کاروبار چلنے لگے گا تو یہ خسارہ پورا ہو جائے گا کیونکہ اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ ایسے کاروبار عام چل نکلنے پر منافع کی شرح سود کافی بڑھ جاتی ہے۔ لہذا جہاں تک بڑے بڑے کاروبار کا تعلق ہے۔ بالخصوص کمپنیوں کی حد تک ان میں بینک اپنے سرمائے کی شرح کے تناسب کے لحاظ سے اپنے نمائندے بطور ڈائرکٹر منتخب کرے گا جو اپنے مالی تجربے کی بناء پر دوسروں کی رہنمائی بھی کریں گے اور کاروبار کی نگرانی بھی اچھے طریق سے ہوگی یہاں میں پھر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ سازش میرے دماغی تخیل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ پہلی جنگ عظیم سے قبل جرمنی میں یہ طریق کار کافی مقبول رہا۔ یہاں بینکوں کی حیثیت قرض خواہوں کی نہیں بلکہ حصے داروں کی تھی۔ اس سے جرمنی کو صنعتی ترقی میں بہت امداد ملی۔ یہی صحیح اسلامی سپرٹ ہے کہ جو کاروبار میں روپیہ لگائے اس کی نوعیت مضاربت کی ہو اور وہ نفع نقصان دونوں میں برابر کا شریک ہو +

بقیہ: آداب ملاقات

نیا دین ایجاد کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور وہ لوگ جو بازار میں اپنے کاروبار میں مصروف ہیں بازار میں کھانے والے اور کافر ان سب کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جو کوئی سلام سے پہلے کچھ بات کرے اس کا جواب مت دو۔ اور گھر میں جاتے ہوئے گھر والوں کو سلام کرے۔ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۰

(حصن حصین از علامہ محمد ابن جزری ۔۔۔)

مصافحہ کا رواج

ایک دوسرے سے اس طرح ہاتھ

ملانا کہ ایک کی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی سے مل جائے اسے مصافحہ کہتے ہیں۔

اسلام نے محبت کا اظہار کرنے کے لیے ملاقاتوں میں سلام کے علاوہ ہاتھ ملانے کو سنت قرار دیا۔ لیکن عورت سے مرد کا مصافحہ ممنوع ٹھہرایا۔ مصافحہ کرنے کی ترغیب آپؐ نے ان الفاظ میں فرمائی:

قُبْلَةُ الْمُسْلِمِ اَخَاهُ الْمُصَافَحَةُ۔

(احیاء العلوم۔ حقوق مسلم)

مسلمان کا اپنے بھائی کو چومنا یہ ہے کہ اس سے مصافحہ کرے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے کہا:

اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ۔ (رواہ البخاری)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ کا رواج تھا؟ کہا، ہاں۔

مصافحہ کا ثواب

حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّفْتَرِقَا (ابوداؤد)

جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں پھر مصافحہ کرتے ہیں تو وہ جدا ہونے سے پہلے بخش دیے جاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا اپنا عمل

حضرت ایوب بن بشیر کا بیان ہے کہ جب ان سے یہ پوچھا گیا:

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ؟ قَالَ مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِيْ،

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تم لوگوں سے ملاقات کرتے تو مصافحہ بھی کرتے تھے؟ کہا کہ میں نے جب بھی آپ سے ملاقات کی تو آپؐ نے مجھ سے ضرور مصافحہ کیا۔

مصافحہ کا صحیح طریقہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهُ اَيَنْحَنِيْ لَهُ؟ قَالَ: لَا: قَالَ: اَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: لَا: قَالَ: فَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَ يُصَافِحُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا۔ نہیں۔ عرض کیا۔ کیا اس سے چمٹ جائے اور اسے چومے؟ فرمایا، نہیں۔ عرض کیا، کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا۔ ہاں۔

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ، رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ (بخاری و مسلم)

"مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

- سلام کا جواب دینا اور مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور دعوت کا قبول کرنا اور چھینک والا اگر الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ میں جواب دینا۔"

مصافحہ کے آداب و مسائل

ہاتھ ملانے سے پہلے السلام علیکم کہا جائے۔ غور سے دیکھا جائے تو مصافحہ تحیۃ و سلام ہی کا تکمیلی جزو ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

تَمَامُ التَّحِيَّةِ الْاَخْذُ بِالْيَدِ۔

تحیۃ و سلام کی تکمیل ہاتھ ملانے (مصافحہ کرنے) میں ہے۔

ہتھیلی سے ہتھیلی ملائی جائے، صرف انگلیاں ملانا درست نہیں۔

مصافحہ میں کسی قسم کا تکلف نہ شامل کیا جائے۔ اس کا کوئی ثواب نہیں۔

مصافحہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے آگے جھکنا منع ہے۔

●

بچوں کے لئے

ایمان اور استقامت

بیگم جی ، ایس ، اے کھاریاں

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (مسلم شریف)

ترجمہ: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر ثابت قدم ہو جا۔

تشریح اٰمَنْتُ (میں ایمان لایا) ایمان کے معنی ہیں مان لینا یعنی کسی حقیقت اور سچائی کو تسلیم کر لینا۔ اسی سے عقیدہ بنتا ہے۔ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح بات پر ہو، اس کی بنیاد فرضی باتوں اور غلط خیالات پر نہ ہو۔ ایمان کے لئے تین باتیں شرط ہیں۔ زبان سے ماننا، دل سے یقین کرنا اور اس کے مطابق عمل کا ارادہ کر لینا۔

اِسْتَقِمْ (ثابت قدم ہو جا) ۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد اس عقیدہ پر یوں ثابت قدم ہو جاؤ کہ کوئی لالچ یا خوف ایمان کو ڈانواں ڈول نہ کرے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جاتے مگر عقیدہ میں فرق نہ آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ایسی مثالیں چھوڑی ہیں کہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔

قرآن مجید پڑھو اور پڑھاؤ

خِیَارُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: تم میں بہترین وہ ہیں جو خود قرآن مجید سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا آخری کلام ہے۔ یہ پیغام خداوندی ساری دنیا کی ہدایت کے واسطے قیامت تک کے لیے آیا ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی اور کتاب آئے گی اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور نسخہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کو سنوار سکے گا۔ لہٰذا جو شخص اس آخری کتاب قرآن مجید کو خود سیکھتا اور سکھاتا ہے اس سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ۔

نیّت اور ارادہ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ (بخاری)

ترجمہ: اعمال کا دار و مدار یقیناً نیتوں پر ہے۔

نیّت تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اس لیے کہ نیّت اور ارادہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، ہم ہاتھ پاؤں سے جو کچھ کرتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے دل سے ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہی ارادہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں غرض ہر عضو اور ہر طاقت کو کام پر لگاتا ہے۔ ہمیں اچھے اور بُرے کاموں کی جزاو سزا بھی اسی نیت اور ارادہ کی بدولت ملتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ارادہ کے بغیر بھول کر روٹی کھا لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ جان بوجھ کر پانی کا ایک گھونٹ پی لینے سے یا روٹی کا ایک لقمہ کھا لینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے علاوہ روزہ توڑ دینے کی سزا بھی بہت سخت ہوتی ہے۔

نیّت کی درستی سے دل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اعمال اچھے ہوتے ہیں، کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ غرض پوری زندگی درست ہو جاتی ہے۔ جیسی نیت ہو گی ویسا ہی پھل ملے گا۔

روح مذہب

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (مسلم شریف)

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

تشریح اَلنَّصِیْحَۃُ ۔ اپنی زبان میں ہم یہ لفظ محض دوسروں کو سمجھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عربی میں اس کے معنی دوسروں کا بھلا چاہنا اور خیر خواہی کرنا ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص دوسروں کا بھلا چاہے اور خیر خواہی کرے کوئی شخص کسی کی برائی میں نہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اپنی زبان مبارک سے کئی صورتوں میں بیان فرمایا۔ مثلاً یہ کہ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں" یا ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔ "مسلمان وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔"

بقیہ : احادیث الرسول

تشریح مطلب یہ ہے کہ جس بندہ کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو۔ اور ساتھ ہی اُسے حُسنِ اخلاق کی دولت بھی نصیب ہو تو اگرچہ وہ رات کو زیادہ نفلیں نہ پڑھتا ہو اور کثرت سے نفلی روزے نہ رکھتا ہو۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے اچھے اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے اُن شب بیداروں اور عبادت گزاروں کا درجہ پالے گا جو "قائم اللیل" اور "صائم النہار" یعنی جو راتیں نفلوں میں کاٹتے ہوں اور دن کو عموماً روزہ رکھتے ہوں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۹۷-۲-۶-۵۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۲۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک

پاکستان میں

سالانہ ہدیہ ۱۶
ششماہی ہدیہ ۸
سہ ماہی ہدیہ ۴

انگلینڈ میں

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ
.... ۶۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ
.... ۳۶

سعودی عرب

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ
.... ۴۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ
.... ۲۴

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔